جلد ۴۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۱/۲۸ نبوت ۱۳۲۱ ہش | نمبر ۳۳ و ۳۴

جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب پنشنر ای-اے-سی کی توجہ کیلئے

(۲)

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں مَیں نے جناب چودھری صاحب کی توجہ کے لئے کچھ امور پیش کئے تھے۔ آج کی اشاعت میں بھی بعض امور ان کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے۔ کہ وہ سوچیں اور غور کریں۔ اور ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا سینہ حق کے لئے کھولدے۔ (ایڈیٹر)

(۱)

جناب چودھری صاحب آپ مجھے یہ بتائیں۔ کہ آپ کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کیا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جو کچھ وہ فرماتے تھے۔ اسے صحیح جان کر فرمایا کرتے تھے یا نعوذ باللہ جو زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ اس کا مفہوم اس کے خلاف لیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ کو تو ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔ مجھے یقین ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو راستباز جان کر مانا تھا۔ اگر یہ درست ہے۔ تو میں آپ کے ایک نہایت عظیم الشان بزرگ کی ایک روایت پیش کرتا ہوں۔ ذرا اس پر غور فرمائیے۔ یہ آپ کے بزرگ جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری ہیں۔ جن کے اندر اس وقت ہماری جماعت حقہ کے خلاف بڑا جوش ہے۔ اور اس جوش میں وہ سب کچھ بھول چکے ہیں۔ ان کی ایک روایت سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۷ پر درج ہے۔ روایت یوں ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز ظہر کے بعد مسجد میں بیٹھے گئے۔ ان دنوں میں آپ نے شیخ سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق لکھا تھا۔ کہ یہ ابتر رہے گا۔ اور اس کا بیٹا جو اب موجود ہے۔ نامرد ہے۔ گویا اسکی اولاد آگے نہیں چلے گی۔ مگر ابھی آپ کی یہ تحریر شائع نہ ہوئی تھی۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے آپ سے عرض کیا۔ کہ ایسا لکھنا قانون کے خلاف ہے۔ اس کا لڑکا اگر مقدمہ کر دے۔ تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ وہ واقعی نامرد ہے۔

حضرت صاحب پہلے نرمی کے ساتھ مناسب طریق پر جواب دیتے رہے۔ مگر جب مولوی صاحب نے بار بار پیش کیا اور اپنی رائے پر اصرار کیا۔ تو حضرت صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے غصے کے لہجے میں فرمایا۔ جب نبی ہتھیار لگا کر باہر آجاتا ہے۔ تو پھر ہتھیار نہیں اتارتا۔

جناب چودھری صاحب! اس روایت میں جو آپ کے ایک نہایت ثقہ بزرگ کی روایت ہے۔ اس میں حضور ؑ نے اپنے آپ کو نبی بغیر کسی شرط کے کہا ہے۔ یہاں ظلی۔ بروزی مجازی وغیرہ اصطلاحات استعمال نہیں فرمائیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشاء یہ تھا۔ کہ جب مجدد ہتھیار لگا کر باہر نکل آتا ہے۔ تو پھر ہتھیار نہیں اتارتا۔ یا حضور کا منشاء مبارک لفظ نبی سے نبی ہی کا تھا۔ اگر یہ درست ہے۔ اور یہی درست ہے۔ کہ حضور ؑ کا منشاء مبارک اپنے وجود کو بطور نبی پیش کرنے کا تھا۔ تو آپ کو کیا روک ہے۔ کہ آپ حضرت اقدس کو نبی نہیں مانتے۔

اس میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ اور وہ ہے آپ کے حضرت امیر کا ادب۔ جس کا اظہار اس وقت ان سے ہوا۔ کہ وہ بار بار اپنی بات منوانے کے لئے حضرت امام کے حضور اصرار کرتے رہے۔ اور یہ مقام ادب سے بہت دور کی چیز ہے۔

ہاں

اس میں ایک تیسری بات بھی نکلتی ہے۔ اور وہ یہ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب یا تو اس وقت یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ حضور نبی ہی ہیں۔ اور اس لئے خاموش ہو گئے۔ اور یا پھر یہ کہنا پڑیگا۔ کہ وہ دل میں تو اس عقیدہ کی تردید کر رہے تھے۔ مگر زبان سے خاموش ہو گئے تھے۔

حالانکہ

مولوی صاحب کی جرأت ایمانی کا تقاضا تو یہی ہونا چاہیئے تھا کہ وہ حضرت کو کہہ دیتے۔ کہ حضور نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ حضور تو ایک مجدد ہیں۔ حضور نے یہ اتنا بڑا لفظ جو اب امت محمدیہ میں کسی پر اطلاق نہیں پا سکتا۔ اپنے پر کیوں استعمال کیا۔ مگر افسوس کہ مولوی صاحب کو اسکی جرأت نہ ہوئی۔ اور یہاں بھی انہوں نے وہی کمزوری دکھائی۔ جو ان کی فطرت ثانیہ بنی ہوئی تھی۔ چودھری صاحب یہ تینوں امور قابل غور ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے۔

(۲)

چودھری صاحب! حافظ محمد ابراہیم صاحب ایک مخلص اور نیک اور پرانے صحابی ہیں۔ ان کی ایک روایت سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۰ پر چھپی ہوئی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت کی مجلس میں ایک دفعہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی مرحوم حضرت خلیفہ اول کے خلاف بعض باتیں بطور شکایت بیان کرنے لگے۔ اس پر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کو جوش آگیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہر دو کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اور آواز کمرے سے باہر جانے لگی۔ تو اس پر حضرت اقدس نے فرمایا:-

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

چودھری صاحب یہ روایت بالکل درست اور سچی ہے۔ اسے اور راویوں نے بھی بیان کیا ہے۔ خدا کے لئے آپ غور کریں۔ اگر حضرت صاحب نبی نہ تھے۔ تو کیا ان کو بار بار اپنے آپ کو یونہی نبی کہنے کا شوق تھا۔ ایسی باتوں سے دشمن کیا نتیجہ نکالیں گے۔ آپ لوگوں کے ایسے خیالات تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توہین کا باعث ہیں۔ اس لئے جتنی جلدی ان سے توبہ کر لی جائے اچھا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ نبی تھے اسی لئے اپنی مجالس میں اپنی تحریروں میں۔ اپنی تقریروں میں اپنی نبوت کو پوری طاقت سے پیش فرمایا کرتے تھے۔ چودھری صاحب کیا یہ سب باتیں آپ کے لئے

اخبار الحق راولپنڈی کے ایڈیٹر صاحب اوچھے ہتھیاروں پر

اخبار الحق راولپنڈی کے ایڈیٹر صاحب نے کچھ عرصے سے الحکم کے ساتھ ٹکر لینی شروع کر رکھی ہے۔ اور جب ہم نے ان کے ایک حصے کا جواب لکھا۔ تو ایڈیٹر صاحب الحق نہایت اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے۔ جو ان کی فطرت کا آئینہ دار ہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ

"یہ خدا کی قدرت ہے۔ کہ بعض لوگ عقل و فہم کو جواب دیکر بھی صحافت پر آبیٹھتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک مدیر صاحب الحق راولپنڈی بھی ہیں۔ آپ نے کچھ عرصہ ہوا۔ اسلام سے ارتداد اختیار کر کے عیسائیت اختیار کی ہے چونکہ عیسائیت قبول کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہی ہوتی ہے۔ کہ انسان عقل اور فہم کو جواب دیدے۔ اس لئے نمایاں طور پر اسی کا اثر ہر اس انسان کی زندگی کے ہر قول و فعل پر پڑتا ہے۔ جو اس مذہب کو قبول کرتا ہے۔"

میری اس تحریر میں کسی قسم کا ابہام نہیں تھا۔ تاہم میں نے اسے واضح کرنے کے لئے لکھا۔ ورنہ کون عقلمند انسان ہے۔ جو ایک "انسان" کو خدا اور خدا کا بیٹا تسلیم کر کے اسکی پرستش شروع کر دے۔ مگر وہی جو عقل سے عاری ہو۔ انجیل نے جگہ جگہ مسیح کی بشریت کا اظہار کیا ہے۔ جیسے کہا کہ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری۔ یوحنا ۱/۴۵۔ پھر لکھا۔ کہ بعد اس کے وہ اور اسکی ماں اور اس کے بھائی اور شاگرد کفرناحوم کو گئے۔ یوحنا ۲/۱۲۔ پھر لکھا۔ جب مے گھٹ گئی۔ یسوع کی ماں نے اسے کہا۔ ان کے پاس مے نہ رہی۔ یسوع نے اس سے کہا۔ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ یوحنا ۲/۴ وغیرہ وغیرہ۔

گویا میں نے یہ لکھا تھا۔ کہ توحید کو وہی شخص چھوڑ سکتا ہے۔ جو عقل و فہم کو جواب دیدے۔ میں نے مدیر الحق کے ارتداد اسلام کا نام عقل و فہم کو چھوڑنا رکھا تھا۔ اور بطور دلیل کے انجیل کے حوالوں سے ثابت کیا۔ کہ مسیح ایک انسان تھا۔ اسکی ماں بھی تھی۔ اس کا سوتیلا باپ بھی تھا۔ اس کے بھائی بھی تھے۔ وہ کھاتا پیتا بھی تھا۔ وہ پیاسا بھی ہوا کرتا تھا۔ اور تمام عوارض انسانی اس میں پائے جاتے تھے۔ اور انجیل کے کہنے کے مطابق ماں کی گستاخی بھی کر لیا کرتا تھا۔ ایسے شخص کو کوئی صحیح الدماغ انسان خدا نہیں مان سکتا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ مدیر الحق دلائل اور براہین سے ثابت کر دیتے کہ نہیں۔ مسیح واقعی خدا ہیں۔ اور خدا کے بیٹے ہیں۔ لیکن یہ تو تب ہوتا۔ اگر ان کے پاس دلائل ہوتے۔ اسلئے میری اس تحریر کا نام انہوں نے بدزبانی رکھا۔ حالانکہ میں نے ایک حقیقت بیان کی تھی۔ جو شخص خدا تعالے کی وحدانیت کی اتنی موٹی بات کو چھوڑ کر تثلیث کے غیر معقول عقیدے کو اختیار کرے۔ اسکو کون عقلمند کہہ سکتا ہے۔ پھر جبکہ میں نے مدیر صاحب کی مسلمہ کتاب سے مسیح کے انسان ہونے کے دلائل بھی دے دیئے تھے۔ اگر ان میں عیسائیت پر سچا ایمان تھا۔ تو یا تو دلائل سے میری بات غلط ثابت کرتے اور یا پھر جو میں نے کہا تھا۔ اسے مان لیتے۔ کیونکہ میں نے اپنے پاس سے تو کچھ کہا نہ تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ میں نے انجیل سے جو حوالے نقل کئے تھے۔ مدیر الحق نے ان کا نام "بانی مسیحیت کے حق میں بدزبانی اور گستاخی رکھا ہے"

اجی چودھری صاحب! اگر یہ بدزبانی ہے۔ تو یہ انجیل کی بدزبانی ہے۔ میری بدزبانی نہیں۔ اور آپ کی نازک مزاجی کے کیا کہنے ہیں۔ کہ آپ انجیل کی عبارتوں کو بھی سننے اور پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر آپ میں ہمت ہے۔ تو جو حوالے ہم نے لکھے ہیں۔ ان کا جواب الحق کے کالموں میں لکھیے۔ پھر آپ کے علم کی پردہ دری خود ہی ہو جائے گی۔

مدیر الحق نے بدزبانی کرنا اور ذاتیات پر اترنا احمدی پریس کا خاصہ بتلایا ہے۔ ہم نے تو کسی قسم کی بدزبانی نہیں کی۔ اور نہ احمدیہ پریس بدزبانی کرتا ہے۔ مگر یہ درست ہے۔ کہ ہم جھوٹ کو سچ نہیں کہہ سکتے۔ اور غیر معقول کو معقول نہیں کہہ سکتے۔

ہاں

یہ فطرت تو آپ ہی کی ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک عیسائی معاصر نے اپنے اخبار مسیحی مزدور ۲۳ر اکتوبر سنہ ۶۲ء کے صٹ پر آپ کے متعلق یوں لکھا ہے:۔

"ہمارے ایک معزز معاصر کو اس بات کی شکایت ہے کہ بعض مسیحی جرائد ان سے "کئی طریقوں سے الجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات میں اپنے محترم معاصر سے دلی ہمدردی ہے۔ ہم بھی ان مسیحی جرائد کی اس حرکت کو مذموم نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

لیکن ناظرین مسیحی مزدور یہ سنکر حیران ہوں گے۔ کہ یہی معاصر جو دوسرے جرائد سے گلہ کر رہے ہیں۔ خود بھی "اسی مرض" میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ دیگر مسیحی جرائد کے کارکنان کے خلاف زہر چکان کرنا۔ ان کے خلاف گمراہ کن پراپیگنڈا کرنا۔ اپنے حلقہ اثر و حلقہ احباب میں ان کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنا۔ ان کو دہریہ۔ بیدین۔ جاہل آوارہ گرد کہنا ہمارے معزز معاصر کی فطرت کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ شاید وہ اسی کو حق کی تبلیغ ہی سمجھتے ہوں گے۔ گو آپ میدان صحافت میں کسی مسیحی جریدہ کے ساتھ برسر پیکار ہونا پسند نہیں کرتے۔ لیکن دیگر مسیحی جرائد کے کارکنان کو زبانی بدنام کرنا اپنے مقاصد میں داخل کر چکے ہیں۔ اور چونکہ ہمیں خود ان کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اور ہم ان کی عنایات کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ دوسروں کے خلاف زہر چکانی کرنے کا نہ صرف آپ کو شوق ہے۔ بلکہ "مرض" بھی ہے۔

ہم ان مسیحی جرائد کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ جو خواہ مخواہ آپ سے الجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور آپ کو بھی مخلصانہ۔ صادقانہ اور دوستانہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ آپ بھی اس حرکت سے باز آئیں اور توبہ کریں۔ اور جن مقاصد کو لیکر آپ نکلے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور طرف توجہ کر کے اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ دوسروں کے خلاف عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنا ایک بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ اور اسکی سزا بھی ہولناک ہے۔ اگر آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ اور اس کے بغیر آپ کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ تو مہربانی سے ادارہ مسیحی مزدور کو اپنی عنایات سے محروم ہی رکھیں۔" "نذیر عالم"

ہم پادری نذیر عالم صاحب کے بڑے ممنون ہیں۔ جنہوں نے آپ کی صحیح قلمی تصویر اپنے اخبار میں کھینچ کر رکھ دی ہے۔ مضمون میں نہایت عمدگی کے ساتھ آپ کے اخبار حق کا نام اور آپ کا نام عنایات کے پردہ میں لکھ کر سب کچھ ظاہر کر دیا ہے۔

جن نئے لوگوں میں آپ گئے تھے۔ انہوں نے آپ کی فطرت کی جو تصویر کھینچی ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں۔ کہ وہ میرے الفاظ کی نسبت کس قدر واضح اور جلی ہے۔ انہوں نے آپکے افعال کو کیسا گھناؤنا اور مجرمانہ قرار دیا ہے۔ اس کے بعد آپ کو کوئی حق نہیں رہتا۔ کہ آپ دوسرے لوگوں پر زبانِ طعن دراز کریں۔ اور یہ کہتے پھریں۔ کہ بدزبانی ان کا خاصہ ہے۔ ہماری طرف سے نوٹ کر لیں۔ کہ اگر آپ نے اپنی قلم کو مہذب اور شریف بنانے کی کوشش نہ کی۔ تو ہم کو بعض ایسے امور بھی لکھنے پڑیں گے۔ جن کے لکھے جانے سے آپ کو بہت صدمہ ہوگا۔ اور ممکن ہے۔ کہ آپ کی اس پوزیشن کو بھی دھکہ لگے۔ جو آپ عیسائیوں میں حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

نکتہ بعد الوقوع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک روایت پر جو آپ نے بیہودہ اعتراض کیا تھا۔ وہ بھی آپ کی خطرت کی پستی کی ایک دلیل تھی۔ ورنہ آپ کو جان لینا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک ایسا ذلیل اعتراض نہ کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ اپنے خواب۔ رؤیا۔ کشوف۔ الہامات فوراً سنا دیا کرتے تھے۔ اور لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ اور لوگوں سے جو آپ کی مجلس میں آتے۔ ان کے خواب سنا کرتے تھے اور اس امر پر متعدد شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس غرض کے لئے آپ نے ایک ہندو ڈائری نویس بھی ملازم رکھا تھا۔ کہ ایک غیر مذہب کا آدمی گواہ ہو سکے۔ جس شخص کی زندگی اپنے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ کے متعلق اس قدر واضح ہو۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنا یہ خواب سنایا نہیں۔ سوائے آپ جیسے مدبر اور فلسفی کے کس کے دماغ میں آ سکتا ہے۔ اسی لئے ہم نے لکھا تھا۔ کہ جب آپ کی زندگی کا یہ اصول تھا۔ تو ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں۔ کہ حضور نے اس سے پہلے یہ بات کبھی بیان نہیں کی۔ تو آپ اس کا ثبوت دیں۔ مگر آپ نے اس کا ثبوت کیا دینا تھا۔ انا للہ پڑھ دیا۔ لیجیے ہم بتاتے ہیں۔ حضرت نے اس واقعہ کو نزول المسیح صٹ ۲۱۰ پر شائع کیا ہے۔ اور تذکرہ صٹ ۱۵ پر پھر یہ واقعہ سنہ ۱۸۷۲ء کا سن دیکر شائع کیا گیا ہے۔ اس حد تک سن کی تعیین اور اشاعت سے واضح ہو جاتا ہے۔ آپ کے اس خواب کی پہلے سے اشاعت معلوم تھی۔

مدیر الحق کے ترکش کا آخری تیر

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدیر صاحب الحق کی فطرت بہت ہی ذلیل واقع ہوئی ہے۔ اور ہمیشہ کمزور طبع لوگوں کا یہ طریق ہوا کرتا ہے۔ کہ جب وہ دلائل سے عاجز آجاتے ہیں۔ تو وہ منہ چڑانے لگتے ہیں۔ بالکل اسی طرح مدیر الحق نے کیا ہے۔ اور انہوں نے میری طرز تحریر کو میراثی قوم کی طرز کی ہجو قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ

"پنجاب کی سرزمین میں ایک قوم ہے میراثیوں کی۔ ان لوگوں کی عادت ہے کہ اگر کسی سے خوش ہو جائیں۔ تو اسکی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ لیکن اگر ناراض ہو جائیں۔ تو ہجو کا وہ پہلو اختیار کرتے ہیں۔ کہ الاماں نہ صرف اخلاق پر بلکہ اسکے جسمانی اعضاء پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہوتا ہے بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے ہوتا ہے۔ اسکی وجہ ان کی بے بسی اور ذاتی عناد کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ بالکل اسی ذہنیت کا ثبوت مدیر صاحب الحکم نے دیا ہے۔" (الحق ۱/۱۵ نومبر صٹ ۱۱)

میری ذہنیت کو میراثیوں کی ذہنیت قرار دینا یا دوسرے الفاظ میں مجھے میراثی قرار دینا یہ غالباً مدیر الحق کے ترکش کا آخری تیر تھا۔ جس کا خدا کے فضل سے مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ میراثیوں کی عادات و تقالید کی باریک چھان بین جیسی جناب چودھری صاحب نے کی ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ چودھری صاحب موصوف کو بھی ان نتھوں سے کوئی دور کی نسبت ہے۔ ورنہ اس قدر گہری معلومات تو کوئی گھر کا بھیدی ہی بیان کر سکتا ہے۔ میرا قصور یہ ہے کہ میں نے اپنے مضمون میں ایک حبشی اور آئینہ کی مثال دی تھی۔ میں نے جب یہ مثال لکھی تھی۔ اسوقت

بقیہ دیکھو صٹ کالم ۳

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان

ذیل کے مضمون سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی پیدائش اس دنیا کے لئے کس قدر اہم تھی۔ آپ کا وجود اسیروں کی رستگاری اور قوموں کی نجات کے لئے ایک بہت بڑا اہم وجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک زبردست نشان ہے۔ آپ کی پیدائش سے قبل بہت بڑی مخالفت کی آندھیاں چلیں۔ اور دنیا نے خدا کی باتوں پر بہت بڑا ٹھٹھا اڑایا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں۔ اور وہ پورے ہو کر ہی رہتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کی پیدائش سے قبل جو واقعات رونما ہوئے۔ ان کا مفصل تذکرہ کر دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیاداری کے کاموں سے بالکل متنفر تھے۔ اور وہ بالکل ایک تنہائی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ علی العموم خاندان کے لوگوں سے الگ رہتے تھے۔ جو دو بیٹے تھے۔ ان میں دینداری کا وہ رنگ نہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ اپنی اولاد میں دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے خود حضرت میرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے جو مجھ سے بوجہ میرے والد صاحب کے تعلق کے محبت کرتے تھے۔ پوچھا کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کیوں نہ کی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ

وہ جو بات ہم میں چاہتے تھے۔ کہ ہم میں اعلیٰ درجہ کی دینی روح پیدا ہو جائے۔ چونکہ وہ بات ہم میں نہ تھی۔ اسلئے وہ ہم سے ناراض رہتے تھے۔"

اسلئے طبعی طور پر آپ کی توجہ اس طرف تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خادم دین اولاد دے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا الہام آپ کو ۱۸۸۱ء میں ہوا۔[1]

انا نبشرک بغلام حسین

یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکا عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اس الہام کے متعلق آپ نے کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۴۳ پر لکھا:۔

"میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سنایا جو اب تک زندہ ہے۔ اور بباعث میرے دعویٰ مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے۔ اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا۔ سنایا۔ اور دو ہندوؤں کو جو آمد رفت رکھتے تھے۔ یعنی شرنپت اور ملاوامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا اور ان لوگوں نے اس الہام سے

تعجب کیا

کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی۔ اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ نور احمد نے کہا۔ کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے قریباً تین برس کے بعد ... دہلی میں میری شادی ہوئی۔ اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا۔ اور تین اور عطا کئے۔"

خدا تعالیٰ کی قدرت اور شان کا اس امر سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کی پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے اولاد پیدا ہونی بند ہو چکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ اس حالت میں خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک خوبصورت لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔

بلکہ بعض دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور ؑ کی حالت بعض روز دل کی وجہ سے تاہل کی زندگی کی ذمہ واریوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ گویا کہ اس وقت حالت ایسی تھی۔ جیسے حضرت زکریا کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیباً ولم اکن بدعائک رب شقیا۔ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیا۔ یرثنی ویرث من اٰل یعقوب۔ واجعلہ رب رضیا۔ (مریم ع۱)

یعنی اندرونی قوتوں پر ایسی حالت وارد ہو گئی تھی۔ کہ وھن العظم کی مصداق تھیں۔ اور جو بیوی موجود تھی۔ وہ بیس سال سے بانجھ ہو چکی تھی۔ اور جو اولاد موجود تھی۔ وہ یرثنی ویرث من اٰل یعقوب کی مصداق نہ تھی۔ اس لئے آپ کی اندرونی قلبی کیفیتوں کی آئینہ دار ہو کر وحی الٰہی نازل ہوئی

انا نبشرک بغلام حسین

جو حالات کو جانتے تھے۔ ان کو تعجب ہوا۔ کہ یہ کیسے ہوگا۔ مگر اللہ پر ایمان رکھنے والے اور خدا کے راستباز ہر اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ اس کی یہی سنت مستمرہ ہے۔ کہ وہ ایسے امور جو بظاہر ناممکن ہوں کو عالم وجود میں لا کر اپنے خوارق کا مشاہدہ کراتا ہے۔ اور ایک زندہ ایمان پیدا کر دیتا ہے۔

الغرض

سب سے پہلی پیشگوئی اس سلسلہ میں یہ تھی۔ جس کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بیٹے کے دیئے جانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ایک دوسری بیوی دیئے جانے کا وعدہ دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اشکر نعمتی رایت خدیجتی

(براہین احمدیہ ص ۵۵۸)

یعنی میرا شکر کر۔ کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

"یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس رشتہ کی طرف تھی۔ جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا۔ اور خدیجہ اسلئے میری بیوی کا نام رکھا۔ کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا۔ اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا۔ کہ وہ بیوی سادات کی قوم سے ہو گی۔"[2]

ان دونوں الہاموں کو جب غور سے دیکھا جائے۔ تو بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جس لڑکے کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ وہ ایک خاص لڑکا ہونے والا تھا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت خاص کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دوسری خدیجہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور جس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سادات کی مبارک نسل چلی۔ اسی طرح اسکی طرف اشارہ کیا گیا۔ کہ یہاں بھی آپ کی مبارک نسل اس خدیجہ سے چلیگی۔

ایک دوسری بات اس سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دی گئی تھیں۔ اور ان کے وجود سے اسلام کو بہت بڑی تقویت دی گئی تھی۔ اسی طرح بروز محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے وقت بھی ایک دوسری خدیجہ جو پہلی خدیجہ کی بروز ہے۔ دی گئی۔ تاکہ مماثلت تامہ پیدا ہو سکے۔

جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو نہیں جانا۔ اور یہ نہیں سمجھا۔ کہ آپ بروز محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ آپ کی بیوی بروز خدیجہ ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وہ آپ کی اولاد کے متعلق جس قسم کے وہموں میں مبتلا ہوں۔ اور جس قسم کی ٹھوکریں ان کو لگیں۔ وہ کم ہیں۔ مگر جن کو خدا نے یہ سمجھ دے دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے فسق فجور کو دیکھ کر جبکہ دنیا فسق و فجور سے ظھر الفساد فی البر والبحر کا مصداق بنا دیا تھا۔ اور زمین کو اپنے شر بدوں سے بھر دیا تھا۔ ایک ایسے راستباز اور نبی کو بھیجنا منظور کیا جو

جری اللہ فی حلل الانبیاء

تھا۔ اور جس کی بعثت سارے نبیوں کی بعثت قرار دی گئی۔ جو خدا تعالیٰ کی وحی سے موسیٰؑ بھی کہلایا اور عیسیٰؑ بھی کہلایا۔ جو ابراہیمؑ بھی اور آدمؑ بھی ہوا۔ اور خود سید الانبیاء کا بروز ٹھہرایا گیا۔ پس ایسے عظیم الشان انسان کو اللہ تعالیٰ خاص حالات میں اولاد کی بشارت دے۔ اور وہ خاص حالات یہ ہوں۔ کہ پہلے جو اولاد موجود ہو۔ وہ اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے تیار نہ ہو۔ اور وہ راستباز اس اولاد کو روحانی طور پر اپنے جسم کا حصہ ہی قرار نہ دے۔ خود اسکی حالت ایسی نہ ہو۔ کہ آئندہ اولاد کی امید ہو سکے۔ بیوی بھی اسکی اہل نہ ہو۔ ان خاص حالات میں پھر اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے۔ کہ سب حالتیں درست ہو جائیں۔ اور خارق عادت صورتیں ظہور پذیر ہوں۔ اور ان خوارق کے پیدا ہونے سے قبل اولاد کی بشارت دی جائے۔ تو اس اولاد کو عام نسل انسانی کی طرح قرار دینا سراسر ظلم ہے۔ اگر صرف مسیح موعودؑ کو جسمانی طور پر بیٹے دینے مقصود تھے۔ تو کیا پہلے سے دو بیٹے موجود نہ تھے کیا وہ آپ کی نسل کے چلانے کے لئے کافی نہ تھے؟ پھر اس قسم کے عام حیثیت کے بیٹے دینے کے لئے ایک خارق عادت تبدیلی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اگر غور کیا جائے۔ تو نہایت ادنیٰ توجہ سے یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ کہ جب یہ عظیم الشان خارق عادت تبدیلی پیدا کی گئی۔ کہ آپ کی جسمانی حالت کو اللہ تعالیٰ نے درست کر دیا۔ اور ایک نئی شادی کا ایک خاص جگہ جہاں سخت مخالفت تھی۔ انتظام کر دیا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہ اولاد مبشر اور خاص غرض کے ماتحت دی گئی۔

چنانچہ

اس سلسلہ میں اور بھی الہامات ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ تھا۔

الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب

ترجمہ:۔ وہ خدا سچا خدا ہے۔ جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا۔ جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔ (تریاق القلوب صفحہ ۶۴)

اسی طرح یہ الہام بھی ہوا۔ کہ

ہرچہ باید نوعروسے را ہماں ساماں کنم
وانچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

[1] تذکرہ ص ۳۵۔

ان الہامات کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی وہی تشریح فرمائی ہے۔ جو میں نے اوپر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اسلئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے۔ جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔"

اور یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی۔ اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے۔ کہ کبھی ناموں میں بھی اسکی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۶۵و۶۶)

اس ساری عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس شادی کی تقریب اس لئے پیدا کی۔ تاکہ ایک خاص شخص جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ پیدا کرے۔ اور اس کے سوا اس سے ایسی اولاد پیدا کرے۔ جو ان نوروں کو جن کی تخم ریزی حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔

پس

یہ ایک اصل ہے۔ جس کے ماتحت اولاد کی پیشگوئیوں کو دیکھا جائے گا۔

یعنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے کرائی۔ کہ اس شادی سے ایسی اولاد پیدا ہو۔ جو ان نوروں کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیئے گئے۔ اور اس اولاد میں ایک خاص شخص بھی ہوگا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔

جو لوگ

اس کے خلاف کہتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ گویا خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس اصل کے ماتحت جو وعدے دیئے تھے۔ وہ پورے نہ ہوئے۔ اور نعوذ باللہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ وہ آواز ہے جو خدا تعالیٰ کی آواز کے خلاف ہے۔ اور وحی الہٰی کے بالکل برعکس

الغرض

مندرجہ بالا اغراض کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی دوسری شادی کا خود انتظام فرمایا۔ اور یہ شادی ۱۸۸۴ء کے اخیر میں ہوئی۔

ہوشیار پور میں خلوت نشینی اور پسر موعود

۱۸۸۴ء میں پھر آپ نے اس امر کی نیت کی۔ آپ کسی جگہ خلوت نشینی کریں۔ مگر اس سال اس امر کا موقعہ نہ ملا۔ اور یہ بات ۱۸۸۶ء میں شادی کے سال ڈیڑھ سال بعد میسر آئی۔ جس کی ساری تفصیل حضورؑ کے ایک ساتھی حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان فرمائی اور یہ تفصیل سیرت المہدی حصہ اول مصنفہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۹ میں موجود ہے۔ وہاں سے لیکر یہاں درج کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت نے ۱۸۸۴ء میں ارادہ فرمایا تھا۔ کہ قادیان سے باہر جاکر کہیں چلہ کشی فرمائیں گے۔ اور ہندوستان کی بھی سیر کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ سوجان پور ضلع گورداسپور میں جاکر خلوت میں رہیں۔ اور اس کے متعلق حضور نے ایک اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹ کارڈ بھی مجھے روانہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے بھی اس سفر اور ہندوستان کے سفر میں حضور ساتھ رکھیں۔ حضور نے منظور فرمالیا۔ مگر پھر حضور کو سفر سوجان پور کے متعلق الہام ہوا۔ کہ تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے سوجان پور جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور ہوشیار پور جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب آپ ماہ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور جانے لگے۔ تو مجھے خط لکھکر حضورؑ نے قادیان بلا لیا۔ اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا۔ کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں۔ کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں۔ جو شہر کے کنارے پر ہو۔ اور اس میں بالاخانہ بھی ہو۔ شیخ مہر علی نے اپنا ایک مکان جو طویلہ کے نام سے مشہور تھا۔ خالی کروادیا۔ حضور بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستہ تشریف لے گئے۔ میں اور شیخ حامد علی اور فتح خاں ساتھ تھے۔ میاں عبد اللہ صاحب کہتے تھے کہ فتح خاں رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا تھا۔ اور حضور ہم کا بڑا معتقد تھا۔ مگر بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے اثر کے نیچے مرتد ہو گیا۔ حضور جب دریا پر پہنچے۔ تو چونکہ کشتی تک پہنچنے کے راستہ میں کچھ پانی تھا۔ اسلئے ملاح نے حضور کو اٹھا کر کشتی میں بٹھا لیا۔ جس پر حضورؑ نے اسے ایک روپیہ انعام دیا۔ دریا میں جب کشتی چل رہی تھی۔ حضور نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میاں عبد اللہ کامل کی صحبت اس سفر دریا کی طرح ہے۔ جس میں پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

میں نے حضورؑ کی یہ بات سرسری طور پر سنی۔ مگر جب فتح خاں مرتد ہوا۔ تو مجھے حضرت کی یہ بات یاد آئی۔ خیر ہم راستہ میں فتح خاں کے گاؤں میں قیام کرتے ہوئے دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے۔ وہاں جاتے ہی حضرت صاحب نے طویلہ کے بالاخانہ پر قیام فرمایا۔ اور اس غرض سے کہ ہمارے آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ میرے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خاں کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی۔ کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے۔ شیخ حامد علی کا یہ کام مقرر ہوا۔ کہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرے۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا۔ کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں۔ اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گذرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھیروں گا۔ ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں۔ دعوت کا ارادہ رکھنے والے دعوت کر سکتے ہیں۔ اور سوال و جواب کرنے والے سوال و جواب کر لیں۔ اور حضرت نے ہم کو بھی حکم دے دیا۔ کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے۔ اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں۔ تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے۔ جس حد تک ضروری ہے۔ اور نہ اوپر بالاخانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جائے۔ مگر اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ میں کھانا کھالوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا۔ تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو۔ جو شہر کے ایک طرف ہو۔ جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا۔ اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی۔ وہاں جمعہ کے دن حضور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے۔ میاں عبد اللہ صاحب بیان کرتے تھے۔ کہ میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا۔ اور حضور سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ مگر کبھی حضورؑ مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے۔ تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔

"میاں عبد اللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالےٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں۔ اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالےٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جائے۔ تو کئی ورق ہو جائیں۔"

چنانچہ میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں۔ کہ پسر موعودؑ کے متعلق الہامات بھی اسی چلہ میں ہوئے تھے۔ اور بعد چلہ کے ہوشیار پور سے ہی آپ نے اس پیشگوئی کا اعلان فرمایا تھا۔ (خاکسار عرض کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) جب چالیس دن گذر گئے۔ تو پھر آپ حسب اعلان بیس دن اور وہاں ٹھیرے۔ ان دنوں میں کئی لوگوں نے دعوتیں کیں۔ اور کئی لوگ مذہبی تبادلہ خیالات کے لئے آئے۔ اور باہر سے حضورؑ کے پرانے ملنے والے لوگ بھی یہاں آگئے۔ انہی دنوں میں مرلی دھر سے آپ کا مباحثہ ہوا۔ جو سرمہ چشم آریہ میں درج ہے۔ جب دو مہینہ کی مدت پوری ہو گئی۔ تو حضرت صاحب اسی راستہ پر قادیان روانہ ہوئے۔"

اس خلوت گزینی میں جہاں تک واقعات اور حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے لئے بہت بڑی دعائیں فرمائیں۔ اور اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعاؤں کے سلسلہ میں ایسی اولاد دیئے جانے کی بھی دعائیں کیں۔ جو ان نوروں کو دنیا میں پھیلا سکیں۔ جن کی تخم ریزی کے لئے حضورؑ کو تیار کیا جا رہا تھا۔

چالیس دن حضورؑ کا سر آستانہ الٰہی پر پڑا رہا۔ آپ دنیا سے بالکل منقطع تھے۔ اور تضرع و زاری میں لگے ہوئے تھے۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو فرمایا:-

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو بہ پایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ الخ"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

(ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس)

پس پسر موعود کا نشان جو ایک رحمت کا نشان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مانگنے پر بطور قبولیت دعا کے دیا گیا۔

نیز اس سفر میں منجملہ دیگر اغراض کے ایک یہ غرض بھی تھی۔ جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا۔[1]

پس

اگر اس خیال کو مان لیا جائے۔ کہ پسر موعود مسیح موعود علیہ السلام کی اس اولاد میں سے کوئی نہیں۔ تو پھر حضرت مسیح موعود

---

[1] تبلیغ رسالت صفحہ ۵۹ حصہ اول۔

علیہ السلام کی سچائی پر ایک کاری ضرب لگتی ہے۔ کیونکہ وہ رحمت کا نشان جس کے لئے چالیس دن تضرع اور زاری سے دعا کی گئی۔ جس کے لئے یہ سفر اختیار کیا گیا۔ جس کے لئے آپ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اور دنیا سے منقطع ہو کر آستانہ الٰہی پر پڑے رہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے یہ ساری کیفیت دیکھ کر خود فرمادیا۔

اس کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا

یہ وعدہ دینے کے بعد کچھ بھی نہ دیا۔ اور اس وعدے کو ایک لامتناہی زمانے کے لئے پیچھے ڈال دیا۔ کیسے معقول ہو سکتا ہے۔

پس سچ یہی ہے

کہ حضرت کو پسر موعود کا اسی سفر میں وعدہ دیا گیا۔ اور اسکی تمام علامتیں بتلائی گئیں۔ جن کا تذکرہ حضرت نے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں مفصل طور پر فرمادیا۔ جس کا یہاں درج کر دینا ضروری ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

پہلی پیشگوئی۔ بالہام اللہ تعالیٰ و اعلام عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ جل شانہٗ و عز اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہوں۔ باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں۔ کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں۔ سو کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفٰے کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔

ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امرًا مقضیا۔

پھر خدائے کریم جلشانہٗ نے مجھے بشارت دیکر کہا۔ کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اسکے بعد پائیگا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔

پھر فرمایا:۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

بالآخر فرمایا۔

اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ فقط۔

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خاص بیٹے اور بقیہ اولاد کی نسبت متعدد پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کے متعلق کہا گیا۔ کہ یہ ایک فضل و احسان ہے۔ اگر اس میں کوئی شک ہے۔ تو پھر اس جیسا نشان رحمت کوئی اس کے مقابل پیش کرو۔

یہ ایسی ہی تحدی ہے۔ جیسے قرآن کریم نے اپنے متعلق تحدی پیش کی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکٰفرین (سورہ بقرہ ع ۳ آیت ۲۳ و ۲۴)۔

جس طرح قرآن کریم نے یہ تحدی کی تھی۔ اور ہم اس چیز کو صداقت اسلام اور صداقت قرآن کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اس چیز کو انہی دلائل کے ساتھ صداقت مسیح موعودؑ کے ساتھ پیش کیا۔ پس اس ایک خاص لڑکے اور دیگر اولاد کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں۔ وہ اسی عظیم الشان تحدی کے ساتھ ہیں۔ اور کوئی شخص اس کے مقابل میں اور کوئی نشان ایسا پیش نہیں کر سکتا۔ اس طرح مسیح موعودؑ کی اولاد مبشر اولاد ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جب اس پیشگوئی کو بذریعہ اشتہار اور اخبارات شائع کیا۔ اور اسے اسلام کی سچائی کے لئے مخالفین اسلام کے مقابل میں رکھا۔ تو اس سے ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک شور پیدا ہو گیا۔ اور سب کی آنکھیں اسی پیشگوئی کی طرف لگ گئیں۔

صاحبزادی عصمت کی پیدائش

مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو متردد اور متشکک لوگوں کے ایمانوں کی آزمائش مطلوب تھی۔ اس لئے ان کو آزمائش کی بھٹی میں ڈالا گیا۔ چنانچہ اس سال یعنی ۱۸۸۶ء میں ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔ جس کا نام آپ نے عصمت رکھا۔

اسکی پیدائش پر مخالفوں کی طرف سے ایک طوفان بے تمیزی اٹھا۔ اور ہر رنگ میں استہزاء اور تمسخر سے کام لیا گیا۔ جس میں عیسائی اور آریہ لوگ تو پیش پیش تھے ہی۔ مگر مسلمانوں میں سے بھی ایک طبقہ ان کا ہمنوا تھا۔ اور اس میں لدھیانہ اور امرتسر کے بھی دو مولوی اپنے گند کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت اقدس ؑ کا جواب

حضرت اقدس ؑ نے اس سارے طوفان کا نہایت مختصر جواب دیا۔ کہ میں نے کب کہا تھا۔ کہ وہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا

صاحبزادی عصمت کی پیدائش پر جس قدر شور ہوا۔ اس نے لوگوں کی توجہ موعود بیٹے کی طرف اچھی طرح منعطف کرادی۔ اور عام طور پر اس پیشگوئی کی شہرت کے سامان پیدا کر دیئے۔ بالآخر یہ صاحبزادی ۱۸۹۱ء میں بمقام لدھیانہ فوت ہو گئی۔

بشیر اول کی پیدائش

بالآخر ۷ر اگست ۱۸۸۷ء کو آپ کے ہاں پہلا نرینہ بچہ پیدا ہوا۔ اور آپ نے اس کا نام بشیر اول رکھا۔ اور اسکی پیدائش پر یہ اشتہار بعنوان "خوشخبری" شائع فرمایا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا۔ کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا۔ تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔

آج ۱۶ر ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ر اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس خوشی میں حضرت اقدس ؑ نے عقیقہ کے دن بہت سے احباب کو باہر سے بلایا اور ان کی دعوت بھی کی۔

حضرت اقدسؑ کا اجتہادی گمان

حضرت اقدسؑ کو بشیر اول کی پیدائش پر یہی گمان تھا۔ کہ یہی وہ لڑکا ہے۔ جو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اسی لئے آپ نے اشتہار شائع کیا۔ اور اس خوشی میں دعوت بھی دی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں آنے والا کوئی اور تھا۔ اس لئے یہ مقدر ہوا۔ کہ بشیر اول فوت ہو کر بشیر ثانی کے لئے راستہ صاف کر دے۔ چنانچہ ۴ر نومبر ۱۸۸۸ء کو وہ اپنی عمر کے سولہویں مہینے صبح کی نماز کے وقت اپنے معبود حقیقی کے ہاں چلا گیا۔ اس پر مخالفین نے اس قدر شور مچایا۔ کہ الاماں والحفیظ۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم اشاعت السنہ اخبار سے اس کے ایک مضمون کا ٹکڑا یہاں درج کر دیتے ہیں۔

"وہ لڑکا جب تک زندہ رہا۔ نتیجہ الہام ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء سمجھا گیا۔ مگر خدا نے اس ظالم و مفتری و کذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا۔ تو ۴ر نومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس نامبارک و باعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھا لیا۔ جس پر دنیا میں بڑا شور و غل مچ گیا۔"

(اشاعت السنہ صفحہ ۱۶۹ نمبر ۸ جلد ۱۵)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جیسے اشد ترین دشمن کا یہ کہنا۔ کہ اسکی وفات پر

دنیا میں بڑا شور و غل مچ گیا

اس امر کو عریاں کر دیتا ہے۔ کہ اس وقت کس قسم کا شور بے تمیزی مچایا گیا ہوگا۔ اس شور بے تمیزی کو دیکھ کر بعض ایسے لوگ جو بظاہر بہت بڑا اخلاص ظاہر کرتے تھے۔ ٹھوکر کھا گئے۔ تب حضرت اقدس ؑ نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس کا نام رکھا۔

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

اس میں آپ نے اس اشتہار کے لکھنے کی وجہ تحریر فرمائی۔

"ہر چند ابتداء میں ہمارا ارادہ نہ تھا۔ کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں۔ اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا۔ کہ کسی فہیم آدمی کو ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے۔ لیکن جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا۔ اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر بھی اس کا مضر اثر

پڑتا ہوا نظر آیا۔ تو ہم نے محض ہمدردی کے لئے یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔"

اس عبارت سے بھی اس مخالفت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو اس معصوم بچے کی وفات پر ہوئی ہوگی۔ اور مخالفت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ جبکہ یہ پیشگوئی اسلام کی سچائی پر ایک زبردست دلیل ٹھہرنے والی تھی۔ اور جب لوگوں نے یہ خیال کیا۔ کہ مصلح موعود یہی بچہ ہے۔ جو فوت ہو گیا۔ تو انہوں نے شور مچایا۔

تب حضرت اقدس ؑ نے بشیر اول کی وفات پر اعتراضات کا مفصل جواب دیا۔ اور تحریر فرمایا:۔

"اب ناظرین پر منکشف ہو۔ کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کرکے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں۔ کہ یہی وہ بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

بعضوں نے اپنی طرف سے افترا کرکے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا۔ کہ اس بچے کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ یہ بادشاہوں کی بیٹی بیاہنے والا ہوگا۔ لیکن ناظرین پر منکشف ہو۔ کہ جن لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے بڑا دھوکا کھایا ہے۔ یا دھوکا دینا چاہا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسر متوفی کی وفات کا مہینہ ہے۔ جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں۔ جن کا لیکھرام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا۔ کہ جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو۔ کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا۔ جو فوت ہو گیا ہے۔ بلکہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار کہ جو ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی بناء پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا۔ صاف بتلا رہا ہے۔ کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا۔ کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔"

اور ایک دوسری جگہ تحریر فرمایا:۔

"بعض نادان مسلمانوں کی حالت پر بھی تعجب ہے۔ کہ وہ کس خیال اور وساوس کے دریا میں ڈالے جاتے ہیں۔ کیا کوئی اشتہار ہمارا ان کے پاس ہے۔ کہ جو ان کو یقین دلاتا ہے۔ کہ ہم اس لڑکے کی نسبت الہامی طور پر قطع کر چکے تھے۔ کہ یہی عمر پانے والا اور مصلح موعود ہے۔ اگر کوئی ایسا اشتہار ہے۔ تو کیوں پیش نہیں کیا جاتا۔ ہم ان کو باور دلاتے ہیں۔ کہ ایسا اشتہار ہم نے کوئی شائع نہیں کیا"

الغرض

اس اشتہار میں حضرت اقدس ؑ نے بہت تفصیل سے یہ لکھا۔ کہ پسر متوفی مصلح موعود نہ تھا۔ بلکہ یہاں تک لکھا۔ کہ اس کی پیدائش پر صدہا خطوط اطراف مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے۔ کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے۔ جس کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے۔ تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا۔

"کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا۔ کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔"

جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر اول کے متعلق مصلح موعود ہونے کی نفی فرما دی۔ وہاں آپ نے بشیر ثانی کی پیشگوئی کی تجدید فرمائی۔ تحریر فرمایا:۔

"الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا۔ اور بیان کیا۔ کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا:۔

اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے۔ وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے۔ کہ اس کے ساتھ فضل ہے۔ کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ظاہر تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا۔ جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے۔ پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا۔ کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے۔ بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اسلئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔"

"روشنی"

اس اشتہار میں دوسرے پیدا ہونے والے کا نام "روشنی" بھی رکھا۔ جیسے کہ فرماتے ہیں:۔

"سو اے وے لوگو جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو۔ بلکہ خوش ہو۔ اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئیگی"۔ تبلیغ رسالت حصہ اول صفحہ ۱۳۰

پس وہ مبارک انسان جس کی پیدائش کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی۔ اور پھر نعمت اللہ ولی نے بھی اس کی آمد کا تذکرہ اپنے الہامی قصیدہ میں کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس کے لئے ایک خاص عزلت نشینی میں دعائیں کیں۔ اور جن دعاؤں کی نسبت کہا گیا۔ وہ قبول کر لی گئیں۔ اور جن کے متعلق یہ یقین دلایا گیا۔ کہ وہ ایک رحمت کا نشان ہے۔ اور اس کے مطابق ہے۔ جو حضرت مسیح موعود ؑ نے مانگا۔ اور جس کے لئے دنیا کی آنکھیں تو ایک طرف خود حضرت مسیح موعود کی آنکھیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ کہ وہ بابرکت وجود کب عالم وجود میں آتا ہے۔ جس کے لئے ۹ سال کی مدت کی تعیین کی گئی۔ اور اس کے لئے یہ الہام بھی ہوا۔ ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ❊ دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

اس کے لئے یہ کہنا کہ وہ آپ کی اس نسل سے نہیں ہوگا۔ بلکہ معلوم نہیں۔ کہ کس نسل سے ہو۔ کتنا ظلم ہے۔ ضروری تھا۔ کہ وہ بابرکت انسان آپ کی زندگی میں آپ کی نسل سے ہی پیدا ہوتا۔ سو ان تمام پیشگوئیوں کا مورد۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدوں کا موعود ایک لمبی انتظار کے بعد ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو اس عالم وجود میں آگیا۔

آپ کی پیدائش

حضرت امیر المومنین کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو الٰہی وعدوں کے مطابق حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم مدظلہا العالی کے بطن مبارک سے ہوئی۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی پیدائش پر ایک اشتہار بعنوان

تکمیل تبلیغ

شائع فرمایا۔ جس میں دس شرائط بیعت شائع فرمائے۔ اس میں آپ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی پیدائش کا بدیں الفاظ ذکر فرمایا:۔

"خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا۔ کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام

محمود بھی ہوگا

اور اس عاجز کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے۔ جس طور سے چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ بروز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا۔ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے۔ یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ اور محکم یقین سے جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ تو دوسرے وقت وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا۔ تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا۔ جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔ ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے۔ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے۔ ظہور میں آئی۔ تو تعجب نہیں۔ کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔"

یہاں پر مصلح موعود کے لئے بڑی علامت یہی بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ عمر پانے والا ہوگا۔ اور دیگر علامتیں اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔ جو آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں۔ آج معاندین نے اس امر پر کتابیں لکھی ہیں۔ کہ آپ مصلح موعود نہیں ہیں۔ مگر ہمارا ایمان یہی ہے۔ کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اور اس امر پر ہم کسی جداگانہ باب میں بحث کریں گے۔ اور ثابت کریں گے۔ کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اور ان تمام اعتراضات کا انشاء اللہ قلع و قمع کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

مسلمان اور سنسکرت کی سرپرستی

مشہور انگریزی ہندو ماہنامہ ماڈرن ریویو (جو ایک علمی و ادبی پرچہ ہونے کے باوجود پالیسی کے لحاظ سے بہت بڑی حد تک مہاسبھائی ہے) ماہ اگست [illegible]ء کے نمبر میں ایک مشہور بنگالی پروفیسر ڈاکٹر جتندر بمل چودھری کا مضمون "مسلمان سنسکرت کے سرپرست" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ سب جانتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمان حکمران علم و ادب اور فنون لطیفہ کے بہت بڑے سرپرست و حامل تھے۔ مگر اس واقعہ سے لوگ بالعموم ناواقف ہیں۔ کہ انہوں نے سنسکرت ادب و کلچر کی بھی بہت سرپرستی کی ہے۔ بہت سے سنسکرت کے نامی عالم و مصنف مسلمان سرکاروں و درباروں کی زینت تھے۔ اور انہیں ان شاہی سرکاروں سے ہر قسم کی مالی مدد ملتی تھی ……

حقایق و معارف

سورہ ہود

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ کریں الحکم نمبر ۲۸ و ۲۹)

اسلامی تعلیم کا امتیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تعلیم لائے ہیں۔ وہ بصیرت و ابصار افزا ہے۔ اور اسلامی تعلیم کا یہ امتیاز ہے۔ کہ وہ متضاد نہیں۔ بلکہ ایک مقصد کی طرف جا رہی ہے۔ دوسرے مذاہب میں یہ بات نہیں اور خود ان کے اپنے اصول ایسے ہیں۔ کہ اپنے پر ہی حملہ کرتے ہیں۔ اور یہ ان کی نابینائی کی دلیل ہے۔ اسی طرح حصول مقصد کے لئے انبیاء ایک بات کہہ دیتے ہیں۔ اور اسی صداقت پر قائم رہتے ہیں۔ دشمن کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ کبھی ادھر جاتے ہیں۔ اور کبھی ادھر جاتے ہیں۔ اس لئے اصم اور سمیع کا مقابلہ ہے۔

اندھا اگر سننے والا نہ ہو۔ تو اس کے لئے اور بھی مشکل ہوتی ہے۔ وہ فائدہ ہی نہیں اٹھا سکتا۔ مگر برخلاف اس کے سننے والا دوسرے علوم سے بھی فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ یہی فرق اسلام اور غیر اسلام میں ہے۔ اسلام تمام صداقتوں کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ اور ہر سچائی کو لے لیتا ہے۔ مگر دشمن اسلام ایسا نہیں کرتا۔ اور وہ محروم رہ جاتا ہے۔ اسلام ہر سچائی کے لینے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اس لئے کہ وہ اسی کی اپنی چیز ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کلمة الحکمة ضالة المومن اخذها حیث وجدها۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے۔ کہ قرآن دوسروں کی سچائیوں کو لے لیتا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے۔ یہی تو خوبی ہے سمیع کا یہی تو کام ہے

سمیع اور بصیر کی دوسری حقیقت مثال میں تو ظاہری رنگ سننے اور دیکھنے کا موجود ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ ایسی موٹی مثال سے ایک حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے۔ مگر اس میں ایک اور امر کی طرف راہنمائی کی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے۔ اور اسکی آیات کو دیکھتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام سے محروم ہیں۔ اور سنانے سے بھی نہیں سنتے۔ اور خدا تعالیٰ کی آیات کو دیکھ کر بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے۔ یہ برابر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ بہرے اور اندھے کا زندہ رہنا بھی مشکل ہے۔ ایسے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اس مثال میں ضمناً اور معناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکروں اور دشمنوں کی ہلاکت کی پیشگوئی بھی ہے۔ سمیع جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ جلال الٰہی کی عظمت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

خلاصہ مختصر ان آخری آیات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت اور قرآن مجید کی صداقت پر ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ یہ بتایا۔ کہ جو لوگ صد واعن سبیل اللہ کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور آپ کی تبلیغ کی راہ میں روکیں پیدا کرتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں۔ کہ ان کو غلبہ اور حکومت نہیں ملے گی۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے۔ اور کوئی ان کا معاون و مددگار نہ ہوگا۔ اور اس طرح پر وہ دوہرے عذاب کے وارث ہوں گے۔ یہ پیشگوئی دنیا میں جس شان سے پوری ہوئی۔ ظاہر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن آپ کی زندگی میں نامراد اور ناکام رہے۔ اور آپ جلیل الشان فاتح اور کامیاب کی شکل میں ظاہر ہوئے۔

دشمنوں کی ناکامی اور نامرادی کی وجہ بتائی۔ کہ انہوں نے اپنی سمع اور بصر سے کام نہ لیا۔ خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی آئی اور انہوں نے اسکو نہ سنا۔ اور نہ سنکر فائدہ اٹھایا۔ اور خدا تعالیٰ کے جلالی اور جمالی آیات ظاہر ہوئے اور انہوں نے ان کی طرف نظر نہ کی۔ اور باوجود آنکھیں رکھنے کے وہ نہ دیکھ سکے۔ ایسی حالت میں ان پر خدائی فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ کہ یہ لوگ خسارہ پائیں گے۔

بالآخر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دشمنوں کو انجام اور نتائج کو اندھے اور سوجاکھے۔ بہرہ اور شنوا کی مثال سے واضح کر دیا۔ اور اسی روزمرہ کی دیکھی ہوئی مثال سے ان کو بتایا۔

تمہاری ہلاکت یقینی ہے

اور آخر یہی ہو کر رہا۔

سورہ ہود رکوع ۲

عام مطالب اس رکوع میں قرآن مجید اس دعویٰ کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے مخالفین و منکرین کا اس سے پہلے رکوع میں بطور پیشگوئی ذکر کیا ہے۔ اس سنت اللہ کی تائید سے ثابت کرتا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام اور ان کے منکروں کے متعلق ہے۔ اوپر اندھے۔ بہرے اور سوجاکھے اور سمیع کی مثال سے بتایا تھا۔ یہ ایک عام مثال تھی اب اسے واضح کرنے کے لئے ایک خاص نبی کا ذکر فرماتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ ہمیشہ خدا کے انبیاء علیہم السلام دنیا میں اپنے مخالفین پر مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ اور ان کے منکرین اپنے انکار کی شدت اور مخالفت کے باعث ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس صداقت کو حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں دکھایا ہے۔ یہ گویا تاریخی شہادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کے لئے موید ات میں سے ہے۔ اس رکوع میں بتایا ہے۔

(۱) انبیاء علیہم السلام جب مبعوث ہوتے ہیں۔ تو انکی شان بعثت کیا ہوتی ہے۔

(۲) وہ کیا مشن لیکر آتے ہیں۔ غرض بعثت کیا ہوتی ہے۔

(۳) اپنی تعلیم اور تبلیغ کو وہ خدا تعالیٰ کی وحی سے موید بتاتے ہیں اور اپنی قوم کو بصورت انکار عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کے منکرین کس قسم کے اعتراض ان پر کرتے ہیں۔ خود انبیاء کی ذات کی نسبت اور ان کے ماننے والوں کے متعلق

(۵) انبیاء علیہم السلام کو ماننے والے ابتداءً کمزور اور غریب لوگ ہوتے ہیں۔

(۶) انبیاء علیہم السلام منکرین نبوت کے اعتراضات کے جواب دینے میں کیا طریق اختیار کرتے ہیں۔

(۷) سب سے بڑی دلیل جو اپنی صداقت کی تائید میں پیش کرتے ہیں اپنی بے نفسی اور ذاتی غرض کا نہ ہونا ہوتا ہے۔

(۸) انبیاء علیہم السلام اپنی پوزیشن کو کس طرح واضح کرتے ہیں اور اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیانی رشتہ اور تعلقات کی صراحت کر دیتے ہیں۔ تاکہ دنیا کسی قسم کے مغالطہ میں نہ رہے۔ اور وہ

(۹) منکرین نبوت عذاب کے لئے بڑے شتاب کار ہوتے ہیں۔ انذاری پیشگوئیوں میں نظر آتا ہے۔ کہ معیار کا سوال نہیں ہوتا۔ منکرین نبوت جب عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام کا طریق جواب کیا ہوتا ہے؟

(۱۰) انبیاء علیہم السلام بالآخر اتمام حجت کرتے ہیں۔ کہ خدائی فیصلہ کیا ہوگا؟ (باقی پھر)

(بقیہ مضمون صـ۲)

میرے سامنے چودھری صاحب کی شکل نہ تھی۔ اور میں تو آج تک ان کی شکل کا واقف نہیں ہوں۔ میں نے اپنے ذہن پر بہت زور بھی دیا۔ کہ میں معلوم کروں۔ کہ یہ کون چودھری عنایت اللہ صاحب ہیں۔ مگر اب تک میرے تصور میں وہ نہیں آسکے۔ قدرتی طور پر میری قلم سے حبشی اور آئینے کی مثال لکھی گئی۔ مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ جناب چودھری صاحب کو بھی کچھ حبشیوں سے مناسبت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سیخ پا ہو جائیں گے۔ مجھے ان کی گھبراہٹ کا اس فقرے سے پتہ چلا۔

کہ اگر وہ ناراض ہو جائیں۔ تو ہجو کا وہ پہلو اختیار کرتے ہیں۔ کہ الاماں۔ نہ صرف اخلاق پر بلکہ اس کے جسمانی اعضاء پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں۔

چودھری صاحب آپ یقین جانیں۔ اب تک میرے ذہن میں آپ کی شکل نہیں آئی۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ آپ کے جسمانی اعضاء پر میری اس مثال سے نکتہ چینی ہو جائیگی۔ تو میں یہ مثال نہ لکھتا۔ میری اس مثال پر چڑ کر آپ کا مجھے ذلیل کرنے کی فکر کرنا یہ آپ کی علو فکری کا نتیجہ ہے۔ میں خدا کے فضل سے معزز ہوں۔ اور آپ کا لغو اور ذلیل حملہ میرے شرف انسانی سے کوئی چیز کم نہیں کرسکتا۔

سب سے بڑی چیز یہ ہے

کہ میرا سینہ نور ایمان سے منور ہے۔ اور یہی چیز سب سے اعلیٰ اور معزز و مکرم ہے۔ جس آدم کی سب بنو نوع انسان اولاد ہیں۔ اسی کی میں اولاد ہوں۔ اور پھر میری نگاہ میں کوئی اس وجہ سے کہ وہ بڑھئی کا بیٹا ہے۔ اور کوئی ماہی گیر ہے ذلیل نہیں۔ یہ ذلت اور عزت آپ جیسے چودھریوں کے لئے ہی ہے۔ جن کا باوا آدم نرالا ہے۔ اور وہ اس آدم کی اولاد نہیں جو مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ بلکہ ان کا آدم کوئی اور تھا۔ جسے اپنے نسب پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اور اس نے میرے جد امجد آدم کے متعلق کہا تھا۔

خلقتهٗ من طین وخلقتنی من نار

سو جناب چودھری صاحب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اسی فخور اور متکبر وجود سے کوئی تعلق رکھتے ہیں۔ ورنہ شرف انسانی کو اس طرح ذلیل کرنے کا آپ خیال نہ کرتے۔

آپ کو اپنی چوہدریت پر بڑا ناز ہے۔ مگر شاید آپ نے پنجاب کی وہ ضرب المثل نہیں سنی۔ جس میں آپ ہی جیسے چوہدریوں کی نسبت کہا گیا ہے

.... چوہدری تے گنڈی رن پردھان

تو ناں چوہدری صاحب! اگر آپ کے پاس دلائل ہوں۔ تو اس میدان میں آئیے۔ ورنہ منہ چڑا کر۔ گالیاں دے کر میری تحقیر کر کے آپ اگر میدان جیتنا چاہتے ہیں۔ تو ہم ابھی سے اس دستار فضیلت کو آپ کے سر باندھنے کو تیار ہیں۔ (باقی پھر) (محمود احمد عرفانی)

اخبار الحکم کی چوالیسویں جلد ختم ہو رہی ہے

اس نمبر کے بعد ۱۴ دسمبر کا الحکم کا ایک پرچہ شائع ہوگا۔ اور اس کے بعد گذشتہ سالوں کے معمول کے مطابق تین ہفتوں کے لئے الحکم شائع نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید پر بھروسہ کر کے یہ کہہ سکتا ہوں۔ ۱۴ جنوری ۱۹۴۳ء کو الحکم۔ نئی جلد کا آغاز کرنے کے قابل ہو سکوں گا۔

کاغذ کی گرانی ... حالت تک پہنچ چکی ہے۔ اور آئندہ اس ... سخت ہے۔ کہ وہ کاغذ کی خرید کے لئے امیر امانۃ بنائیں۔ اور الحکم کے وی۔پی وصول فرما کر مجھے اس قابل کردیں۔ کہ میں کافی کاغذ خرید سکوں

ایک جدید تصنیف:

مرکز احمدیت — قادیان

ایک مدت سے میرے دل میں یہ خواہش تھی۔ کہ میں ایک ایسی کتاب لکھوں۔ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز کے ایسے تفصیلی حالات ہوں۔ کہ گویا پڑھنے والا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اور اس کتاب کے پڑھنے سے لئے خواہش پیدا ہو۔ کہ وہ مرکز احمدیت کو ایک دفعہ جا کر دیکھ آئے۔ اور یہ کتاب خوبصورت ہو۔ مجلد ہو۔ مصور ہو۔ ایک لمبی مدت کے بعد ایسے وقت میں جبکہ سامانِ طباعت از حد گراں ہے۔ خدا تعالےٰ نے مجھے ایک بہت بڑی حد تک اس کتاب کے لکھنے کی توفیق دیدی۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے اسکی لکھائی کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اسکی فہرست مضامین کا اندازہ لگانے کے لئے ایک فہرست میں اس اعلان کے ساتھ شائع کر رہا ہوں۔ تاکہ آپ دیکھ سکیں۔ کہ آپ کو ایسی کتاب کی ضرورت ہے یا نہیں؟

فہرست مضامین

اس فہرست سے آپ کو اندازہ لگانے کا موقعہ مل سکے گا۔ کہ آپ کو اس کتاب میں کس قدر ذخیرہ۔ تاریخی معلومات۔ سلسلہ کی مساعی کا نچوڑ مل سکے گا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے مفصل حالات آپ کو اس کتاب میں مل سکیں گے۔ میری محنت۔ کوشش۔ سعی بلیغ کا اندازہ کتاب کو ہاتھ میں لے کر آپ لگا سکیں گے۔ اور خصوصاً جبکہ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ میں سات سال سے ایک موذی مرض کا شکار ہوں۔

کتاب اخراجات کی کمی کی وجہ سے بہت تھوڑی چھپوائی جا رہی ہے۔ اسلئے آج ہی اسکی خریداری کے لئے آرڈر دیجئے۔ تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو۔ پندرہ دسمبر ۱۹۴۲ء تک انشاء اللہ چھپ جانے کی توقع ہے۔ قیمت دو روپے جو لاگت کے قریب ہے۔

اس کتاب کے آرڈرز کے لئے میرا پتہ:۔

شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر اخبار "الحکم" قادیان (پنجاب)